Vol.4 No. 2 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

عہد حاضر میں اقبال کے صوفیانہ افکار کا مطالعہ

A STUDY OF IQBAL'S MYSTICAL THOUGHTS IN MODERN TIMES

***ڈاکٹر راحت اجمل**

انچارج شعبہ عربی، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

****حافظ ذیشان طاہر**

پی ایچ ڈی اسکالر، منہاج یونیورسٹی لاہور

*****حافظ فروا افتخار**

لیکچرر، شعبہ عربی

لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

******ثوبیہ مریم**

لیکچرر، شعبہ عربی لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Sufism is the soul of the religion Islam and its highest standard where servant gets some secrets of knowledge of his lord of the world. When a servant becomes Sufi, he wears the veil of Devine commands and obedience to the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) and the motto of his life is to make worship of Allah and service to the people, the motto of his life. Every step he takes in his life leads to the bliss of nearness to his creator and master. That is why from the beginning of Islam till today Muslim scholars, Sufis, thinker of self-analysis, has been the performing the duty of revival, survival, promotion and refinement of this important religious pillars. In modern times increasing scientific and material progress, the race of Capital and inconsistency of one's own have also affected the spirit of Sufism. Sufism now seems to characterized by more rituals in the society such as ignorance, selfishness and distance from Quran and Sunnah and correct belief. In these circumstances the scholarly and intellectual efforts of the poet of the East, Hakim- ul –Ummat Dr. Muhamamd Iqbal (may Allah have mercy on him) for the revival of sufism and promotion of sufism are certainly worthwhile and enviable. This article discussed about the some points of mystical thoughts in his poetry in the light of which the solution of contemporary problems of Sufism.

Keywords: Modern age, Sufism, Thoughts, Poet, Iqbal

تصوف دین / سلام کی روح اور اس کا اعلیٰ ترین معیار ہے، جہاں پہنچ کر بندہ اپنے رب العلمین کی معرفت کا کچھ نہ کچھ راز پا ہی لیتا ہے۔ جب بندہ صوفی بن جاتا ہے تو وہ احکامات الٰہیہ اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ کر بندگی باریٔ تعالیٰ اور خدمت خلق کو اپنی زندگی کا شعار بنالیتا ہے۔ اس کی زندگی میں اٹھنے والا ہر ہر قدم اپنے خالق ومالک کے ہاں لذت قرب ووصال کی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے یہی وجہ ہے ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک مسلمان علماء، صوفیاء، مفکرین تزکیہ نفس، علم الاحسان اور تصوف کے ناموں سے موسوم اس اہم دینی ستون کے احیاء، بقاء اور ترویج وتنقیح کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں۔

عصر حاضر میں بڑھتی سائنسی ومادی ترقی، عالم کفر کی ریشہ دوانیاں، سرمائے کی دوڑ اور اپنوں کی ناعاقبت اندیشی نے روح تصوف کو بھی متاثر کیا ہے۔ اب معاشرہ میں تصوف زیادہ رسومات، لاعلمی وجہالت، خود غرضی وخود پسندی، جاہ ومنصب اور نمود نمائش، قرآن وسنت اور عقیدہ صحیحہ سے دوری جیسی صفات سے متصف نظر آتا ہے۔

ان حالات میں شاعر مشرق، حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء تصوف اور فروغ تصوف کے لیے جو علمی وفکری کاوشیں سرانجام دی ہیں وہ یقیناً قابل قدر اور لائق رشک ہیں۔ آپؒ کی شاعری اور نثر میں موجود صوفیانہ افکار کے بعض نکات درج کیے جارہے ہیں جن کی روشنی میں عصر حاضر کے مسائل تصوف کا حل پیش کیا جائے گا۔

1. **صحیح عقیدہ اور فکری آبیاری کے لیے عظیم صوفی اور استاد کی صحبت کی ناگزیریت**

Vol.4 No. 2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حضرت علامہ اقبال رح کے ابتدائے بچپن میں جس عظیم علمی وفکر اور روحانی شخصیت کا انتخاب کیا گیا تھا وہ ایک سید زادے اور نامور صوفی میر حسن تھے۔ آپ نے اپنے شاگرد خاص محمد اقبال میں علم وحکمت اور فکر ونظر کے وہ چراغ روشن کر دیئے کہ پھر اس شاگرد خاص نے بھی دین وملت کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔

حضرت اقبال اپنے اسی استاد میر حسن کی عظمت کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی
رہے گا مثل حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو
دعا یہ کر کہ خداوند آسمان و زمیں
کرے پھر اس کی زیارت سے شاداں مجھ کو[1]

درج بالا اشعار میں حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال کے استاد گرامی سید میر حسنؒ کی جانب اشارہ ہے جن میں شاعر خود واضح کر رہا ہے کہ میرے استاد سید میر حسن کا آستانہ مجھے حرم کی طرح عزیز ہے کیونکہ وہ سیدنا علی رضی اللہ تعالی کی نسل پاک سے ہیں، اسی استاد کی عظمتوں کی بدولت مجھے علم وحکمت کے معارف نصیب ہوئے ہیں اور مجھے پھر سے ان کی زیارت نصیب ہوتی رہے۔

ادب انسان کو اللہ تعالی اور اُس کے رسول ﷺ کے قُرب میں پہنچا دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر محمد اقبال اپنے بزرگوں، اساتذہ کے ادب میں حد درجہ محتاط و مستعد رہتے جیسا کہ جاوید اقبال نے اپنی کتاب زندہ رود میں لکھا کہ:

"اقبال کو 1923ء میں سر کے خطاب کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے گورنر پنجاب سے کہا کہ جب تک ان کے استاد میر حسن کی علمی خدمات کا اعتراف نہ کیا جائے وہ خطاب قبول نہ کریں گے۔ گورنر نے پوچھا میر حسن کی کوئی تصنیف؟ اقبال نے جواب دیا، میں خود اُن کی تصنیف ہوں۔ چنانچہ اقبال کے خطاب کے موقع پر سید میر حسن کو بھی شمس العلماء کا خطاب ملا۔ اقبال نے سید میر حسن کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا ہے:

مجھے اقبال اس سید کے گھر سے فیض پہنچا ہے
پلے جو اس کے دامن میں، وہی کچھ بن کے نکلے[2]

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علامہ اقبال کی ابتدائی تعلیم وتربیت میں جس شخصیت نے بنیادی کردار ادا کیا ہے وہ ان کے استاد گرامی سید میر حسنؒ تھے۔ آپؒ خاندان مرتضوی سے تعلق رکھتے تھے اور میدان تقوی وطہارت سے میں بھی ید طولی کے مالک تھے چنانچہ علامہ محمد اقبالؒ نے اس سید زادے کی تعظیم وتکریم کو خصوصی طور پر ذکر فرمایا

2. کفر والحاد کے دور میں حفاظت ایمان کی خاطر اکابر صوفیاء سے محبت وارادت

آج کے دور میں سائنسی اور جدید تعلیم کا ایک نہایت ہی سیاہ پہلو یہ ہے کہ وہ نوجوان نسل کو اہل اللہ اور صوفیاء سے دور کر رہی ہے کیونکہ درحقیقت جدید دور کے طلباء میں وہ ذوق نظر اور گہرائی افکار موجود ہی نہیں کہ جس پر چلتے ہوئے وہ ان صوفیاء سے نہ صرف اکتساب فیض کریں بلکہ وہ انہیں اپنا رہبر وراہنما سمجھیں۔

شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے ملک ولایت کا سفر باندھتے ہوئے شہنشاہ ولایت حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور ان کے حضور (التجائے مسافر کے) نام سے عرض گزار ہوئے:

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان، بڑا احترام ہے تیرا
اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار تو ام
و گر کشادہ جبینم، گل بہار تو ام

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثل نکہت گل
ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو
چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو
نظر ہے ابر کرم پر ، درخت صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو
فلک نشیں صفت مہر ہوں زمانے میں
تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو[3]

اسی طرح علامہ اقبال رح نے حضرت مجد د الف ثانی رح اللہ کی درگاہ پر حاضری دی اور آپ کے شان میں نہایت ہی عقیدت مندی سے یہ نظم کہی:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہء ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں مری بینا ہیں ، و لیکن نہیں بیدار![4]

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی زندگی میں تصوف نہ صرف عملی سیرت و کردار میں داخل تھا بلکہ وہ اکابر صوفیاء کو اپنا رہبر و راہنما بناتے، ان کی تعلیمات سے اکتساب فیض کرتے، ان کی عظمتوں کے معترف ہوتے۔ آج کے نوجوان نسل کو چاہیے کہ وہ حیات اقبال کے اس نادر و عظیم الشان پہلو کو پیش نظر رکھے تاکہ کامیابی وکامرانی ان کا مقدر بن سکے۔

3. تصوف کی اصل رسومات کی بجائے قلب وروح کی طہارت ہے

تصوف وہ مرکزی نقطہ اور اوج کمال ہے کہ جو مغز اسلام وایمان ٹھہرتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیاء اسی تصوف کی وادی میں سفر کرتے کرتے عرفان باریٰ تعالیٰ کی ان منازل کو پالیتے ہیں جہاں رب تعالیٰ اُن کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ یاد رہے کہ میدان تصوف سراسر علم نافع اور عمل صالح سے عبارت ہے۔

مگر آج کل تصوف کو قوالی، دھمال اور نذ و نیاز جیسی رسومات میں مقید کر دیا گیا یا صرف انہی غیر اسلامی رسومات کو ہی تصوف سمجھا جانے لگا۔ انہیں رسومات کا رد اور نقد کرتے ہوئے شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے (تصوف) کے عنوان سے نظم کہی جس میں آپ نے فرمایا:

یہ حکمت ملکوتی، یہ علم لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکر نیم شبی ، یہ مراقبے ، یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ عقل، جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریک شورش پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

خرد نے کہہ بھی دیا 'لاالہ' تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں[5]

ذکر کردہ اشعار میں ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے تصوف کی حقیقت کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان فرمایا کہ حقیقی تصوف دل و نگاہ اور قلب و نظر کا پاکیزہ ہونا ہے۔اسی طرح تصوف تعمیر ذات اور تکمیل خودی کی منازل کو سر کرتے چلے جانا ہے۔

ایک دوسری نظم میں شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے اہل تصوف کو خطاب کرتے ہوئے انہیں ان کے اصل مقصد و ہدف سے آگاہ فرمایا اور مروجہ رسوم و رواج کو ترک کرنے کی تاکید کی۔

اے پیرِ حرم! رسم و رہِ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سَحَری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت!
دے ان کو سبق خود شکَنی، خود نگَری کا
تُو ان کو سِکھا خارا شگافی کے طریقے
مغرب نے سِکھایا انھیں فن شیشہ گری کا
دِل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارُو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا[6]

سطور بالا میں شاعر نے پیران حرم کو کو یہ یاد دلایا ہے کہ وہ اپنے نوجوان مریدوں کو غنائے نفس، تکمیل خودی کا درس دیں، اور ان میں آزادی کی تڑپ اور شوق پیدا کریں کیونکہ صدیوں کی غلامی نے ان کے عزم و ہمت کو مضمحل کر کے رکھ دیا ہے۔

4. اندھی تقلید کی جگہ مریدین کے لیے علم و حکمت اور تحقیق و تدبر کا لائحہ عمل

علامہ اقبالؒ نے پانچ دریاؤں کی زرخیز زمین پنجاب میں آنکھ کھولی، آپ نے پنجاب کے رہنے والے لوگوں کی عادات اور نفسیات، رجحانات و نظریات سے بخوبی آگاہ تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے پنجابی مسلمان کے عنوان سے ایک نظم لکھی۔جیسا کہ آپؒ نے فرمایا:

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مُریدی کا تو ہَرتا ہے بہت جلد
تاوِیل کا پھندا کوئی صیّاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اُترتا ہے بہت جلد[7]

ذکر کردہ نظم میں شاعر مشرق نے پنجابی مسلمان کی نفسیات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مذہب میں در آنے والی ہر نئی چیز کی پیروی کرنے میں پنجابی مسلمان کو بہت جلدی ہوتی ہے۔علم و تحقیق اور تربیت ذات و تعمیر شخصیت کی بات ہو تو اس میں شرکت نہیں کرتا جبکہ پیری مریدی کو فوراً قبول کر لیتا ہے کیونکہ وہ محنت و تربیت کی بجائے سہل پسندی کا قائل ہے۔

5. اسرار و معارف کی کنجی تربیت خودی ہے۔

عرفان الٰہی کے حصول اور معرفت ربانی کی جملہ منازل کو طے کرنے کے لیے سالکین راہ ہدایت پر لازم ہے کہ وہ تربیت خودی اور تعمیر ذات پر بھرپور توجہ دیں کیونکہ یہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو ہر حکمت و معرفت کی کلید ہے۔علامہ محمد اقبالؒ نے تربیت خودی نظم میں اس حقیقت کو بیان فرمایا:

خودی کی پرورش و تربیَت پہ ہے موقوف
کہ مُشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز

Vol.4 No. 2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

یہی ہے سِرّ کلیمی ہر اک زمانے میں
ہَوائے دشت و شعیب و شبانیِ شب و روز![8]

درج بالا اشعار میں مصور پاکستان نے اس اہم ترین راز سے پردہ اٹھایا ہے کہ وجود انسانی میں حکمت و معرفت اور قلب و نظر کی بینائی کے لیے خودی کی تربیت ناگزیر ہے کیونکہ یہ تربیت خودی ہی ہے جو انسان میں عرفان باریٔ تعالیٰ کے چراغ روشن کر دیتی ہے۔اپنے مولا کے حضور ہم کلام ہونے کا راز یہی تربیت خودی ہے۔

6. **زمانے کی دَور میں کامیابی کے لیے نوجوانوں کو صالحین کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین۔**

انسان رب تعالیٰ کی ایسی شہکار تخلیق ہے کہ جس کا باہم ایک ساتھ رہنا از حد لازم ہے یعنی انسان کا کسی بھی لمحہ انسانی تعلق کے بغیر زندگی گزارنا ناممکنات میں سے ہے جبکہ دین اسلام جو فطرت کے عین مطابق ہے اس نے انسان کی صُحبت و مجالست کی فطری ضرورت و حاجت کے متعلق واضح ہدایات دی ہیں کہ مجالست کی حدود و قیود کیا ہیں؟اللہ عزوجل کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت وصحبت کی اہمیت وفضیلت کیا ہے؟صحبت بد کا انجام واثرات کس قدر خطرناک ہوں گے؟زیر نظر سطور میں اولیاء اللہ کی صحبت وسنگت کی اہمیت کو فکر اقبال کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے کلام میں کیا ارشاد فرمایاہے:

گر نیابی صحبت مرد خبیر
از اب وجد آنچہ من دارم بگیر
پیر رومی رابرفیق راہ ساز
تاخدا بخشد ترا سوز و گداز
زانکہ رومی مغزرا داند زپوست
پائے او محکم فتد کوئے دوست[9]

ترجمہ:’’اگر تجھے کسی ایسے باخبر مرد حق کی صحبت میسر نہ آئے تو تو پھر جو کچھ میں نے آباءواجداد سے حاصل کیا ہے تو وہ لے لے۔تو پیر رومی کو اپنے راستے کا ساتھی بنالے خدا تجھے سوز وگداز عطا فرمائے۔اس لیے کہ رومی مغز کو چھلکے سے پہچانتے ہیں۔ان کے پاؤں دوست (محبوب حقیقی) کے کوچے میں مضبوطی میں پڑتا ہے۔‘‘

مذکورہ بالا اشعار میں ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے بیٹے جاوید کو نصیحت کی کہ کسی باخبر اسرار ورموز سے واقف مؤمن کی صحبت اختیار کرو اور اگر میسر نہ آئے تو مجھ سے ہی وہ علوم ومعارف حاصل کرلو جو میں نے اپنے بزرگوں سے حاصل کئے ہیں۔مزید کہتے ہیں کہ اے بیٹے تو پیر رومی کو راہ حیات میں اپنا دوست چُن لے تا کہ تجھے سوز وگداز کی دولت میسر آسکے جس کے باعث تو دنیا میں نامور ہو سکے۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے جاوید کے نام اپنی نظم لکھا کہ:

خودی کے ساز میں ہے عمر جاوداں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں امتوں کے چراغ
یہ ایک بات کہ آدم ہے صاحب مقصود
ہزار گونہ فروغ وہزار گونہ فراغ
ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ
حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ
ٹھہر سکا نہ کسی خانقاہ میں اقبال
کہ ہے ظریف وخوش اندیشہ وشگفتہ دماغ[10]

Vol.4 No. 2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مندرجہ بالا اشعار میں شاعر مشرق نے جاوید کو تنبیہ کی ہے اگر تو حیات جاوداں (ہمیشہ کے لیے زندگی) پانا چاہتا ہے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ تو اپنی خودی کو قائم ودائم رکھے اور اس کی حفاظت میں لگے رہو۔ مزید کہا کہ اے بیٹے صحبت بد انسان کی عزم وہمت اور محنت وکوشش کے راستے میں بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے جیسا کہ اگر ایک شاہین بچہ بھی کوے کی صحبت میں بیٹھنا شروع کردے تو وہ بھی غیرت، خودداری، بلند پروازی جیسی صفات کو کھو دیتا ہے اور بیٹے آگاہ رہنا تیرے زمانے میں شرم وحیا کو دفن کردینے والے ذرائع بہت زیادہ ہو چکے ہیں میں تیرے لیے دعا گو کرتا ہوں کہ تیرا ایمان سلامت رہے۔

7. اہل خانقاہ کو اقامت دین کے لیے میدان عمل میں نکلنے کے لیے ترغیب وترہیب

دین اسلام رہبانیت کا دین نہیں ہے بلکہ دین اسلام سماجی ومعاشرتی دین ہے اور یہ دین متین انسانیت کی خدمت وفلاح کو اپنا فرض اول سمجھتا ہے۔ موجودہ حالات میں نام نہاد صوفیاء نے تصوف کو صرف اور صرف خانقاہوں تک محدود کرکے رکھ دیا ہے جبکہ دین اسلام ساج میں بطور نظام واقتدار اپنی شناخت کی جنگ لڑ رہا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اسی امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دِین وادب سے آ رہی ہے بوئے رُہبانی
یہی ہے مرنے والی اُمّتوں کا عالَم پیری
شیاطین مُلوکیّت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری
چہ بے پروا گذشتند از نوائے صبحگاہِ من
کہ بُرد آں شور و مستی از سیہ چشمانِ کشمیری[11]!

درج بالا اشعار میں شاعر مشرق جماعت صوفیاء سے اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ صرف حجروں میں بیٹھ ذکر ومراقبہ تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ دین اسلام کو تمام ادیان عالم اور نظاموں پر غالب کرنے کے لیے میدان عمل میں نکلیں، موجودہ باطل نظام کے خاتمے اور اس کی اصلاح کے لیے بغاوت کا اعلان کریں۔

حاصلات کلام

عصر حاضر میں جدید سائنس اور مغربی یلغار کے نتیجے میں تصوف اور صوفیاء پر ہونے والے اعتراضات اور نام نہاد متصوفین کی بدعقیدگیوں کے تسلی بخش جوابات کی غرض سے علامہ اقبال کی فکر کے مطالعہ کیا گیا جس کی روشنی میں حاصل ہونے والے نتائج کو ذکر کیا جارہا ہے۔

1. فی زمانہ تصوف کی حقیقت کو پانے کے لیے عقیدہ صحیحہ اور فکری واضحیت کے لیے ایک عالم باعمل اور صوفی استاد کا ہونا لازمی ہے۔ اس ماہر استاد کی مجالست کے بغیر تصوف کی حقیقت کو نہیں پہنچا جا سکتا۔
2. عصر حاضر کی سائنسی ترقی اور کفر والحاد میں ایمان کی حفاظت اور اصلاح احوال کے لیے اکابر صوفیاء سے محبت ومودت کا تعلق اور ان کی تعلیمات پر عمل از حد ضروری ہے۔ راہ سلوک کے مسافروں کو چاہیے کہ صاحب شریعت اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کریں۔
3. موجودہ دور میں تصوف کے نام نہاد نام لیواؤں کو یہ سمجھنا ہو گا کہ تصوف محض چند رسومات کا نام ہی نہیں ہے بلکہ یہ تزکیہ نفس اور طہارت قلب وفکر کا دوسرا نام ہے۔ اس قلبی وفکری پاکیزگی کے بنا روحانیت کی منزل پانا ناممکنات میں سے ہے۔
4. جہالت اور سراسر اندھی تقلید کے قائل مریدوں کے لیے جامع نصاب علم وتحقیق اور فکر وشعور کا انقلاب ہے لہذا مریدوں کو چاہیے کہ فکر اقبال کی روشنی میں علم وتحقیق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں تا کہ راہ سلوک کی منازل طے کی جاسکیں۔

Vol.4 No. 2 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

5. زمانے کی ڈور میں کامیابی کے لیے نوجوانوں کو چاہیے کہ صالحین کی صحبت اختیار کریں تاکہ انہیں فکر و عمل کی طہارت نصیب ہو اور وہ دنیا و آخرت میں کامیابی وکامرانی حاصل کر سکیں۔

6. راہ سلوک کی پیروی کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے میدان کارزار میں نکلیں، قال اللہ و قال الرسول کا نظام عملاً دنیا میں نافذ کریں تاکہ زمین پر نظام اللہ ہی کا ہو جائے۔

---

[1] محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۳

[2] جاوید اقبال۔ زندہ رود۔ لاہور: اقبال اکیڈمی۔ (س۔ن) ص 77

[3] محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۲

[4] محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۴۸۸

[5] محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۵۲۷

[6] محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۵۷۱

[7] محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۵۷۴

[8] اقبال، سر محمد۔ ضرب کلیم۔ لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان۔ 2002ء۔ ص 67

[9] اقبال، سر محمد۔ جاوید نامہ۔ لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان۔ 2002ء۔ ص 184

[10] اقبال، سر محمد۔ بال جبریل۔ لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان۔ 2002ء۔ ص 117

[11] محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۷۴۱